OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 & ISSN (PRINT): 2710-0227
https://www.arjicc.com DOI: 10.5281/zenodo.10518490

وقف اور مختلف اداروں میں رائج نظامِ وقف کی فقہی صورتوں کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

The critical analysis of Shariah Standards of Waqf and Shariah Standards of its system prevalent in various institutions

Dr. Zia Ur Rehman
Islamic Study Department. Kohat University.

Dr. Noor Rehman Hazarvi
IIU-ISLAMABAD

Received on: 05-07-2023 Accepted on: 08-08-2023

Abstract

In the following article ,it has been comprehensively discussed the different scenario of the Waqafs Sharia ruling, as discussed its definition, various aspects of its implementation and views of different clerics according to their sects.and also there are many views regarding the denial of Waqaf act in view of many sharia scholar.so the whole discussion is based on the part who contributes the assets ,and the waqaf asset which is called Muqoof ,and the beneficiaries and the forming words where it executed. In Islamic jurisprudence, a waqaf is the dedication of a specified asset (*mawquf*) by a settlor (*waqif*) into the administration of a custodian (*mutawalli*) through a legal instrument (*waqfiyyah*) such that the income or usufruct of that asset benefits a beneficiary (*mawquf alaih*) or is used for a stated purpose. A waqaf is comparable to an endowment, trust or foundation except that it must comply with the Shariah rules and principles. The article also contains the contemporary needs and its current sharia standards implementation, as many institutions conduct the Waqaf product to facilitate the deserving ones. the article clauses are presented with different references from different books.

Keywords: Waqaf, Waqif, Mawquf, waqfiyyah, mawquf alaih

وقف کی تعریف

لغوی اعتبار سے وقف کی تعریف:۔

هو لغۃً، الحبسُ(وقف باعتبار لغت روکنا ہے)۔وقف عربی زبان میں روکنے کے معنی میں آتا ہے۔جدید عربی میں پارکنگ کو بھی موقف کہاجاتاہے۔میدان حشر کو بھی موقف کہاجاتاہے، کیونکہ اس میں لوگ حساب کتاب کے لیے روکے جائیں گے [1]۔

وقف کی اصطلاحی تعریف:۔

فقہاء کرام نے وقف کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔جو مندرجہ ذیل ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وقف کہتے ہیں کسی چیز کی ذات کو واقف اپنی ملکیت میں رکھتے ہوئے اس کے منافع کو صدقہ کردے۔امام ابو حنیفہؒ کی

اس تعریف کے مطابق شئ موقف واقف کی ملکیت سے نہیں نکلتی۔ لہذا اس شی موقوف کو ہبہ، یا فروخت کیا جا سکتا ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کے ہاں وقف کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں اس طرح روکنا کہ اس چیز کا فائدہ بندوں کو پہنچے۔ صاحبین کی یہ تعریف اس اصول پر مبنی ہے کہ شئ موقف اللہ تعالی کی ملکیت میں چلی جاتی ہے۔ اسکے بعد اسکو ہبہ، یا فروخت نہیں کیا جا سکتا ہے۔

فقہاء حنابلہ فرماتے ہیں کہ کسی چیز کی اصل اور عین کو وقف کر کے ہمیشہ باقی رکھا جائے اور اس کے منافع فقراء پر خرچ کیے جائیں۔

شوافع کے نزدیک وقف ہر ایسی چیز کو کہا جائیگا جس کے عین کو باقی رکھتے ہوئے اس سے نفع اٹھانا ممکن ہو اس کو کسی مباح اور موجود مصرف پر اس طرح روک دینا کہ اس کی ذات میں تصرف نہ کیا جا سکے۔ یعنی اس تعریف کا حاصل بھی یہی ہے کہ کسی چیز کی ذات کو اللہ کی ملکیت میں رکھتے ہوئے اسکے منافع اللہ کے لئے صدقہ کر دینا ہے۔

فقہاء مالکیہ کے نزدیک وقف کی تعریف یہ ہے کہ کسی مملوک چیز کی منفعت یا اس کی آمدنی کسی مستحق کے لیے ایک مدت تک مخصوص کر دی جائے، مدت کی تعیین کا اختیار واقف کو ہے۔ اس تعریف کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ کسی چیز کے وقف کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ کے لئے وقف ہو بلکہ اسکو کسی مخصوص وقت کے لئے بھی وقف کیا جا سکتا ہے۔[2]

راجح تعریف:

عصر حاضر میں علماء کرام حنابلہ کی تعریف کو راجح قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ تعریف کے یہ الفاظ حدیث سے ماخوذ ہیں، جو السنن الکبریٰ للبیہقی اور دیگر کتب میں منقول ہیں، اور دوسرا اس لیے کہ اسمیں وقف کی حقیقی مقصد کی وضاحت ہے جو تعریف کا حاصل ہے۔

راجح تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی شخص جو چیز جب بھی وقف کرے تو اسمیں مالکانہ تصرف نہ کرے اور اس کو وقف کر کے باقی رکھے۔ البتہ اس کے منافع اور اس کی آمدنی کسی کارِ خیر میں صرف کرے۔ جیسے گھر وقف کیا تو گھر کو باقی رکھتے ہوئے اس کی رہائیشی سہولت یا گھر کا کرایہ مستحقین پر خرچ کیا جائے۔[3]

وقف کے ارکان

رکن ستون کے معنی میں ہے۔ جس پر کسی چیز کا وجود قائم ہو اور اس کے بغیر وہ چیز کھڑی نہ ہو سکے۔ اور وہ چیز اس کی تعمیر میں داخل ہو، اور وہ اس کا جز ہو۔ احناف کے نزدیک وقف اس وقت ہو گا جب ایسے الفاظ ادا کریگا جس سے وقف پر دلالت ہو، اس کا رکن صرف صیغہ وقف ہے۔

صاحب بحر الرائق ابن نجیمؒ تحریر فرماتے ہیں وقف کا رکن وہ خاص الفاظ ہیں جو وقف پر دلالت کرتے ہیں۔

اور یہ الفاظ تقریبا چھبیس ہیں جو کسی چیز کے وقف پر دلالت کرتے ہیں۔[4]

وقف کی شرائط

وقف کے شرائط درج ذیل ہیں:۔

ا۔ وقف کرنے والے کا عاقل اور بالغ ہو نا ضروری ہے لہٰذا بچے اور مجنون کا وقف درست نہیں۔

۲۔ وقف کرنے والے کا آزاد ہونا ضروری ہے البتہ اسلام ضروری نہیں بلکہ اگر کوئی غیر مسلم بھی وقف کرے تو اس کا وقف بھی درست ہو گا۔

۳۔ وقف اس طور پر کیا جائے جو فی نفسہ قربت اور ثواب کا باعث ہو یعنی اگر ایک مسلمان کچھ خرچ کرے تو شرعی نقطہ نظر سے اسے صدقے کا ثواب ملے۔

۴۔ جو چیز وقف کرنی ہو اس کا اپنی ملکیت میں ہونا ضروری ہے، اگر دوسرے کی چیز وقف کر دی یا کوئی چیز پہلے سے وقف ہے اور اس کو وقف کر دیا تو یہ وقف درست نہیں ہو گا۔

۵۔ واقف کے لیے ضروری ہے کہ وہ مجور نہ ہو یعنی قاضی یا حاکم کی طرف سے اس کی تصریفات پر پابندی نہ لگی ہو۔ یہ پابندی سفاہت کی وجہ سے بھی ہو سکتی ہے اور غفلت کی وجہ سے بھی۔[5]

سفاہت ناسمجھی ہے، اور ایک قسم کی معذوری ہے جسکے باعث آدمی شریعت اور عقل کے تقاضوں کے خلاف کام کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ حالانکہ اس میں عقل موجود ہوتی ہے۔ اور غفلت سے مراد یہ ہے کہ آدمی کو معاملات کی تکنیکی پہلو سے متعلق فطانت اور ہوشیاری نہ ہو، لوگ خرید و فروخت اور دیگر معاملات میں اسے بے وقوف بنا دیتے ہوں۔

فقہاء کرام نے غفلت سے متعلق کافی وضاحتیں ذکر کی ہیں۔ غفلت سے متعلق لکھا ہے کہ یہ ہوشیاری کی ضد ہے اور مغفل یعنی غافل اور غفلت والا اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے حافظے اور ضبط میں کچھ خلل ہو اور وہ نفع بخش تصرفات و معاملات نہ کر پاتا ہو۔ عام معاملات اور خرید فروخت میں نقصان اٹھالیتا ہو حالانکہ اس میں شعوری قوت ہوتی ہے لیکن اس کا استعمال نہیں کر پاتا۔

اگر کوئی ناسمجھ ہو تو قاضی اس کے تصرفات پر پابندی لگا سکتا ہے، لہٰذا وقف کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہے کہ قاضی و حاکم نے اس پر پابندی نہ لگائی ہو۔

۶۔ جو چیز وقف کی جا رہی ہو وہ مجہول نہ ہو اس کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی ایسی چیز وقف کی جائے جس میں کسی اعتبار سے جہالت ہو تو اس کا وقف درست نہیں ہے۔

۷۔ وقف کرنے والا وقف کو کسی شرط کے ساتھ مشروط نہ کرے کہ بالفرض اگر فلاں کام ہو گیا تو یہ چیز وقف ہے، بلکہ فی الوقت ہی اس کو وقف کرے۔ اگر فی الحال وقف نہ کرے بلکہ وقف کو معلق کرے تو وقف درست نہیں ہو گا۔

۸۔ وقف کرنے والا یہ شرط نہ لگائے کہ وہ موقوفہ چیز کو بیچ کر اس کا ثمن اپنی حاجت میں صرف کرے گا۔

۹۔ یعنی جو شخص کوئی چیز وقف کر رہا ہو تو وہ وقف کو خیار شرط کے ساتھ معلق نہ کرے۔ نہ ہی شرط کسی خاص دنوں کے ساتھ ہو اور نہ ہی کسی مجہول غیر مخصوص دنوں کے ساتھ۔

۱۰۔ یعنی جو چیز وقف کی جا رہی ہے وہ ہمیشہ کے لیے وقف کی جائے کسی خاص اور متعینہ مدت کے لیے وقف نہ کی جائے۔

۱۱۔ جو چیز وقف کی جارہی ہو اس کا مصرف معلوم اور متعین ہونا ضروری ہے، مجہول مصرف پر وقف درست نہیں ہے۔

۱۲۔ جو چیز وقف کی جارہی ہے اس کو ایسی جہت میں وقف کیا جائے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہو نہ کہ وہ چیز اور جہت چند دن کے لیے ہو۔

۱۳۔ جو چیز وقف کی جارہی ہو منقولہ (ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے والی نہ) ہو۔ منقولہ چیز کا وقف عام حالات میں درست نہیں۔ اشیاء منقولہ کا وقف عام حالات میں تو درست نہیں البتہ بعض بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں اشیاء منقولہ کا وقف بھی درست ہو جاتا ہے؛

- منقول غیر منقول کے تابع ہو۔
- منقول چیز ایسی ہو جس کے وقف کے بارے میں نص آئی ہو۔
- منقولی اشیاء کے وقف کا عرف ہو۔ اگر کسی جگہ کسی منقولی چیز کے وقف کا عرف ہو تو اس کا وقف بھی درست ہو جاتا ہے۔

۱۴۔ جو زمین وقف کی جارہی ہو اس کا الگ ہونا ضروری ہے یعنی وہ زمین وقف کرنے والے اور کسی اور کے درمیان مشترک نہ ہو، بلکہ واقف کی تنہا ملکیت ہو۔ پھر وقف اگر مسجد یا مقبرہ کے لیے ہو تو بالاتفاق بغیر کسی اختلاف کے مشترکہ زمین کا وقف درست نہیں۔ اور اس کے علاوہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر نا قابل تقسیم چیز کا وقف ہو جیسے کنواں تو ایسی صورت میں کوئی بھی شریک وقف کر سکتا ہے، اور اگر قابل تقسیم چیز کا وقف ہو تو پھر اس میں اختلاف ہے۔ فقہاء کرام سے متعلق یہ رائے ہے کہ وہ مسجد اور مقبرے کا غیر منقسم حالت میں وقف کو جائز نہیں سمجھتے۔ احناف اور ان کے فقہاء ایسے مشاع کے وقف کے جواز پر متفق ہیں جو تقسیم کو قبول نہیں کرتا جیسے حمام اور اس جیسی دیگر چیزیں۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ اور احناف میں سے شیخین کے نزدیک قابل تقسیم مفرز مشاع کا وقف جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک ناجائز ہے۔ لیکن اس دور میں فتویٰ علماء نے شیخین کے قول پر دیا ہے۔[6]

وقف کا حکم

چونکہ فقہاء کرام نے اصولی اختلاف کی وجہ سے تعریفیں مختلف کی ہیں اس وجہ سے وقف کا حکم بھی فقہاء کرام کے ہاں مختلف ہے:

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وقف کرنے سے موقوفہ چیز واقف کی ملکیت سے نہیں نکلتی بلکہ اس کی ملکیت میں رہتی ہے اور وقف لازم بھی نہیں ہوتا۔ واقف چاہے تو اس چیز کو بیچ سکتا ہے، کسی کو بطور ہدیہ دے سکتا ہے اور اسی طرح دیگر تصرفات بھی کر سکتا ہے۔ اور واقف کے انتقال کے بعد موقوفہ چیز اس کے ورثاء میں تقسیم ہو گی البتہ جب تک موقوفہ چیز موجود ہے اس کے منافع کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔[7]

صاحبین اور امام شافعیؒ کے نزدیک وقف کرنے سے موقوفہ چیز واقف کی ملکیت سے نکل کر حکماً اللہ کی ملکیت میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور واقف کو اس میں کسی قسم کے تصرف کا اختیار نہیں رہتا۔ وہ نہ اس سے رجوع کر سکتا ہے اور نہ ہی اسے بیچ سکتا ہے۔ اسی طرح واقف کے انتقال کے بعد اس میں ملکیت بھی جاری نہیں ہو گی۔[8]

اور ابن الہمامؒ صاحب فتح القدیر تحریر فرماتے ہیں۔

وعندهما حبس العين على ملك الله تعالىٰ فيزول ملك الواقف عنه الى
الله تعالىٰ على وجه تعود منفعته الى العباد فيلزم ولا يباع ولا يوهب و
لا يورث...الخ۔[9]

امام مالک کے نزدیک وقف کرنے کے بعد موقوفہ چیز واقف کی ملکیت ہی میں رہتی ہے البتہ اسے اس میں ملکیتی تصرفات کرنے کا اختیار نہیں رہتا۔ وہ اسے بیچ سکتا ہے نہ ہبہ کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کے انتقال کے بعد اس میں میراث جاری ہوگی۔[10]

امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک وقف کا حکم: ان کے نزدیک وقف کرنے سے موقوفہ چیز واقف کی ملکیت سے نکل کر موقوف علیہ کی ملکیت میں داخل ہو جاتی ہے اور وقف کرتے ہی وقف لازم ہو جاتا ہے۔ واقف اس میں کسی قسم کا تصف نہیں کر سکتا نہ اسے بیچ سکتا ہے اور نہ ہے واقف کے مرنے کے بعد اس میں میراث جاری ہوگی۔[11]

وقف کے حکم میں فرق کی وجہ: وقف کے حکم میں اختلاف درحقیقت دو اصولی باتوں پر مبنی ہے:

- وقف کرنے سے وقف لازم ہوتا ہے یا نہیں۔
- موقوفہ چیز پر ملکیت کس کی ہوتی ہے۔

اس مسئلے میں جمہورؒ کا قول راجح ہے کہ وقف کرنے سے وقف لازم ہو جاتا ہے۔ فقہاء احناف نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ علامہ ابن عابدین ردالمحتار میں تحریر فرماتے ہیں:

قال فى الفتح: والحق ترجح قول عامة العلماء بلزومه؛ لان الاحاديث
والآثار متظافرة على ذالك، واستمر عمل الصحابة والتابعين ومن
بعدهم على ذالك فلذا ترجح......[12]

وقف کی فقہی حیثیت

فقہی اعتبار سے وقف شخص قانونی ہے جو خود اپنا ایک مستقل وجود رکھتا ہے۔ شخص حقیقی میں جو اوصاف پائے جاتے ہیں تقریباً وہ تمام اوصاف وقف میں پائے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض معاصر علماء نے وقف کو شخصِ حکمی یا شخص قانونی قرار دیا ہے۔ شیخ مصطفیٰ الزرقاء المدخل الفقہی العام میں تحریر فرماتے ہیں:

و كذٰلك نظام الاوقاف فى الاسلام، فان نظامه منذ اول نشاته فى
عهد الرسول صلى الله عليه وسلم يقوم على اساس اعتبار شخصية
حكمية الوقف۔

مذکورہ تصریح سے معلوم ہوا کہ وقف شخصی حکمی ہے یا شخص قانونی۔ وقف کو فقہاء نے بھی شخص قانونی قرار دیا ہے یا شخص حکمی فرض کیا

ہے۔اس کے لیے بھی شخص حقیقی کے اوصاف بیان کیے ہیں۔ مثلاً وقف میں مالک بننے کی صلاحیت ہے، وقف کو حق شفعہ حاصل ہوتا ہے، وقف دائن اور مدیون بھی بنتا ہے، وقف موجر اور مستاجر بھی بنتا ہے، اور وقف مدعی اور مدعیٰ علیہ بھی بن سکتا ہے۔[13]

غیر منقولہ اوقاف

اسکول، ہسپتال، قبرستان، مسجد، مدرسے ودیگر رفاہی کام کے لئے جو غیر منقولہ چیزیں وقف کی جاتی ہیں ان میں سب سے پہلی چیز زمین ہے۔ وقف کی تعریف راجح کی روشنی میں رفاہی اور دینی کام کے لئے وقف کی گئی زمین کا تعارف اس طرح کر سکتے ہیں کہ رفاہ کی موقوفہ زمین ایسی زمین کو کہتے ہیں جس کا مالک اسے رفاہ کے لیے فارغ کر دے اور کہے کہ میں یہ زمین رفاہی اور دینی کام کے لیے وقف کرتا ہوں۔ اس زمین کی ملکیت، زمین کے مالک سے اللہ تعالیٰ کے طرف منتقل ہو جاتی ہے اور زمین کے منافع رفاہی کام کی جگہ کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ اس میں تصرف کا اختیار صرف اسی شخص کو ہوتا ہے جو اسکا ذمہ دار اور متولی ہوتا ہے اور عرف عام میں اسے منتظم (Administrator) یا صدر کہا جاتا ہے۔ پھر اس کی نیابت میں دیگر عملہ تصرف کا مجاز ہوتا ہے۔

رفاہی کام کے لیے زمین وقف کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، یا تو وہاں کچھ بننے سے قبل زمین وقف کی جائے یا کچھ بننے کے بعد۔ اب ہمیں معلوم کرنا ہے کہ اگر کچھ بننے سے پہلے زمین وقف کی جارہی ہے تو:

۱) کیا رفاہی جگہ بننے سے پہلے رفاہی کام کے لیے زمین وقف کرنا درست ہے؟

۲) اگر رفاہی جگہ بننے سے پہلے رفاہ کے لیے زمین وقف کرنا درست ہے اس کا طریقہ کار کیا ہے؟

۳) اگر رفاہ یا دینی جگہ بننے سے پہلے زمین وقف کر دی جائے تو جب تک وہ وجود میں نہیں آتا اس وقت تک اس زمین کا مصرف کیا ہوگا؟

اگر رفاہی جگہ بننے کے بعد زمین وقف کی جائے تو دیکھنا ہے کہ:

۱) وقف کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

۲) صرف رفاہ کے لئے جگہ دیدینے سے وقف ہو جائے گی یا وقف کی صراحت ضروری ہے؟ اور دونوں صورتوں کے حکم میں کیا فرق ہوگا؟

۳) اگر وقف ہو گی تو اس میں کیا تصرفات ہو سکتے ہیں اور اگر وقف کی ملکیت ہو گی تو اس میں کیا تصرفات ہو سکتے ہیں؟

ہسپتال، اسکول، مدرسہ بننے سے پہلے زمین وقف کرنا فی نفسہ درست نہیں ہونا چاہیے۔ یعنی اگر کوئی شخص کہے کہ میں اپنی فلاں زمین ہسپتال، اسکول، مدرسہ، مسجد وغیرہ کے لیے وقف کرتا ہوں اور حال یہ ہے کہ یہ چیزیں ابھی تک وجود میں نہیں آئیں تو اصولاً اور وقف کی شرائط کے اعتبار سے درست نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ وقف کی شرائط میں سے ہے کہ وقف کا مصرف معلوم اور متعین ہو، مجہول مصرف پر وقف درست نہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی یہ کہے کہ میں اپنا یہ گھر کسی کے لیے وقف کرتا ہوں تو اس کا مصرف معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس کا وقف درست نہیں۔ موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں اسکی وضاحت لکھی گئی ہے۔[14]

اور وھبہ الزحیلی تحریر فرماتے ہیں:

لان الوقف تمليك منجز ،فلم يصح فی مجهول كالبيع والهبة۔

لیکن فقہاء کرام کی عبارات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم علی الاطلاق نہیں بلکہ اس وقت ہے جب مصرف معدوم محض ہو اور جس کے وجود میں آنے کا امکان بھی نہ ہو تو اس پر وقف کرنا درست نہیں۔ کیونکہ جب مصرف وجود میں آنے کا امکان ہی نہیں تو اس کا ذکر کرنا اور نہ کرنا برابر ہے۔ لیکن اگر وقف کا ابتدائی مصرف معدوم ہو اور آخری مصرف معلوم و متعین ہو تو یہ وقف درست ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص نے زید کی اولاد کے لیے وقف کیا اور پھر آخری مصرف کے طور پر فقراء کا ذکر کیا جبکہ وقف کرتے وقت زید کی کوئی اولاد نہیں تھی تو یہ وقف درست ہو گا اور جب تک زید کی کوئی اولاد نہیں ہو گی اس وقت تک اس وقف کی آمدنی فقراء پر ہی خرچ کی جائے گی اور جب زید کی اولاد ہو جائے گی تو انہیں وقف کی آمدنی دی جائے گی۔[15]

اس لیے بیشتر فقہاء کرام نے وقف کی اس صورت کو جائز قرار دیا ہے کہ ایک شخص زمین پر کچھ تعمیر کرنا چاہتا ہے وہ اس کے لیے وقف کرتا ہے اور اس طرح کہتا ہے کہ جو کچھ میں اس زمین پر تعمیر کروں گا اس کے لیے میں یہ جائیداد وقف کرتا ہوں تو اسے بیشتر فقہاء کرام نے جائز قرار دیا ہے۔[16]

خلاصہ یہ کہ ہسپتال، اسکول، مسجد، مدرسہ وغیرہ وجود میں آنے سے قبل اس کے لیے زمین وقف کرنا درست ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص وقف کرنا چاہتا ہو وہ کہے گا: جو کچھ اس زمین پر تعمیر ہو گا میں یہ زمین اس مقصد کے لیے وقف کرتا ہوں۔ جب تک فلاں شی وجود میں نہ آجائے اس وقت تک اس زمین کے منافع فقراء پر صرف کیے جائیں گے۔ جامع الفصولین میں مذکور ہے:

استفتی انه هيأ موضعا للمدرسة وقيل ان يبنى وقف الخ ۔۔يصرف اليها فی المستقبل۔[17]

اسی طرح کی بات لسان الحکام میں بھی مذکور ہے۔[18]

اسکول، ہسپتال، وغیرہ وجود میں آنے کے بعد انکے لیے وقف کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو کلام کے ساتھ وقف کرے یا تحریر کے ساتھ۔ اگر کلام کے ساتھ وقف کرے تو وقف ہو جائے گا۔ اور وقف کے انعقاد کے لیے لفظ وقف استعمال کرنا بھی شرعا ضروری نہیں ہے، اس کے بغیر بھی اگر وقف کا مفہوم صراحتا یا دلالۃ پایا جائے تو وقف درست ہو گا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

ولو قال ارضی هذه للسبيل فان كان فی بلدة فتنعقد۔۔[19]

اسی طرح اگر کوئی شخص الفاظ سے اسکول وغیرہ کے لیے زمین وقف نہ کرے بلکہ تحریر سے کرے تو وہ وقف بھی بالاتفاق منعقد ہو جائے گا۔ کیونکہ تحریر کا حکم عام طور پر تکلم ہی کا ہوتا ہے۔ اس لیے جس طرح زبان سے وقف منعقد ہو جاتا ہے اسی طرح تحریر سے بھی وقف منعقد ہو جاتا ہے۔ صاحب تبیین الحقائق تحریر فرماتے ہیں:

والكتابة ممن نأى بمنزلة الخطاب ممن دنا۔۔[20]

اسی طرح دیگر کتب میں بھی کتاب کو خطاب کیطرح قرار دیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ہر اس طریقے سے زمین وقف ہو جائے گی جس سے اس عرف، زبان اور علاقے کے مطابق وقف سمجھا جاتا ہے۔اور اگر ایسے طریقے سے وقف کرے جو زبان اور عرف کے اعتبار سے وقف نہیں سمجھا جاتا تو پھر وقف نہیں ہو گا بلکہ صدقہ ہو گا یا ہبہ وغیرہ۔

دونوں صورتوں میں فرق یہ ہو گا کہ اگر زمین وقف کرے گا تو ہسپتال، اسکول، مسجد، مدرسہ کے لیے اس زمین کو ہمیشہ باقی رکھنا لازم ہو گا اور اس کے منافع ان جگہوں کے جملہ ضروریات پر استعمال کیے جا سکیں گے۔اس زمین کو بیچنا یا کوئی ایسا تصرف کرنا جائز نہیں ہو گا جس سے زمین ان کی ملکیت سے نکل جائے۔اور اگر وقف نہیں کرے گا بلکہ صدقہ کرے گا تو ایسی صورت میں اسکول، مسجد، وغیرہ اس کا مالک ہونے کیوجہ سے زمین کو بیچ بھی سکتا ہے اور دیگر ضروریات میں بھی استعمال کر سکتا ہے۔[21]

اسی طرح دیگر غیر منقولہ چیزیں جیسے کنواں وغیرہ بھی مسجد، اسکول، ہسپتال وغیرہ کے لیے وقف کی جا سکتی ہیں اور ان چیزوں کے احکام میں بھی یہی تفصیل ہو گی۔

عمارت کو بھی وقف کیا جا سکتا ہے۔

1. -عمارت کو زمین سمیت وقف کیا جائے۔۔
2. -صرف عمارت وقف کی جائے ساتھ زمین وقف نہ کی جائے۔

جہاں تک تعلق ہے عمارت زمین سمیت وقف کرنے کا تو سب کے نزدیک جائز ہے کسی نے بھی عدم جواز کا قول نہیں کیا۔

البتہ اگر اکیلی عمارت وقف کی جائے ساتھ زمین وقف نہ کی جائے تو صرف عمارت کا تعلق چونکہ صرف منقولہ اوقاف سے ہے اس لیے اس میں اختلاف منقول ہے۔فقہاء کرام کی ایک جماعت (جس میں ھلال ابن یحییٰ بصری اور خصاف وغیرہ شامل ہیں وہ)اس کے عدم جواز کی طرف گئے ہیں۔اس لیے کہ اگرچہ عرف میں ان کے وقف کا رواج ہے لیکن زمین کے بغیر عمارت کا قائم رہنا ممکن نہیں ہے۔جس کی وجہ سے عمارت مکمل طور پر ملکیت سے نہیں نکل سکتی جبکہ وقف میں شے موقوفہ سے ملکیت مکمل طور پر ختم ہو جاتی ہے لہٰذا زمین کے بغیر عمارت وقف کرنا درست نہیں ہے۔[22]۔

لیکن مفتیٰ بہ قول یہ نہیں ہے۔بلکہ مفتیٰ بہ قول زمین کے بغیر اکیلی عمارت کو وقف کرنے کے جواز کا ہے۔زمینوں کے بغیر وقف کے جواز کی وجہ تعامل ہے لہٰذا اب اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں رہ گئی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ زمین کے بغیر صرف عمارت وقف کرنے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔راجح یہ ہے کہ اگر کسی جگہ صرف عمارت کے وقف کا عرف ہو تو وہاں صرف عمارت کا وقف صحیح ہے بشرطیکہ اصل زمین واقف کی اپنی ملکیت یا کسی اور کی ذاتی ملکیت نہ ہو۔کیونکہ اگر زمین واقف کی ذاتی ملکیت یا کسی اور کی ملکیت ہو گی تو مالک کے **انتقال** کے بعد وہ زمین ورثاء میں تقسیم ہو گی۔ورثاء کو اختیار ہو گا کہ یہ زمین واپس لے لیں۔واپس لینے کی صورت میں یہ عمارت باقی نہیں رہے گی اور وقف کی تابید کے جو شرط ہے وہ پوری نہیں ہو سکے گی۔

زمین مملوکہ نہ ہو تو صرف ایک ہی صورت باقی رہ جائے گی کہ یا تو وہ کسی اور جہت پر وقف ہو یا وہ زمین ارض محتکرہ ہو کہ اسے آباد کرنے کے لیے امام المسلمین کے کسی کو طویل المدت اجارہ پر دی ہو۔ان دو صورتوں میں عمارت بغیر زمین کے وقف کی جاسکتی ہے۔

عمارتوں میں ہر قسم کی عمارت داخل ہو گی۔اگر کوئی گھر وقف کرتا ہے، تو اس کا بھی یہی حکم ہو گا۔اگر کسی نے دو کانیں وقف کیں تو ان میں بھی یہی تفصیل ہو گی۔یا اس کے علاوہ دیگر عمارتیں۔جب یہ عمارتیں وقف کر دی گئیں تو انہیں کسی بھی ایسے مصرف میں استعمال کیا جاسکتا ہے جس میں ان عمارتوں کا عین باقی رہے۔[23]

منقولہ اوقاف

منقولہ چیزوں کا وقف فی نفسہ تو درست نہیں ہے لیکن فقہاء کرام نے عرف کی رعایت کرتے ہوئے ایسی منقولہ چیزوں کے وقف کی اجازت دی ہے جن کے وقف کا عرف بن گیا ہو۔آج کل ایسی بہت ساری چیزوں کا وقف کیا جاتا ہے جو منقولہ ہیں لیکن ان کے وقف کا عرف ہے جس کی وجہ سے عدم جواز کا قول نہیں کیا جاتا۔ذیل میں ہم ان چیزوں کا جائزہ لیں گے جو منقولہ ہیں لیکن وقف کی جاتی ہیں۔

کتابیں۔

کتب چونکہ منقولہ اشیاء میں سے ہیں اس لیے ان کا وقف درست نہیں ہونا چاہیے لیکن عرف میں چونکہ کتب کے وقف کا رواج ہے اس لیے ان کا وقف بھی عصر حاضر میں درست ہے۔[24]

کتابیں وقف کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو وقف کرنے والا خاص کسی ادارے کے لیے وقف کرے گا یا پھر طلباء کے لیے وقف کرے گا۔اگر ادارے کے لیے وقف کرے گا تو صرف اسی ادارے والوں کے لیے ان کتب سے نفع اٹھانا جائز ہو گا، کسی اور کے لیے ان کا استعمال جائز نہیں ہو گا، اور نہ ہی کسی کے لیے وہاں سے منتقل کرنا جائز ہو گا۔، صرف ادارے والوں کے لیے ادارے کے اندر رہ کر ان کا استعمال جائز ہو گا۔[25]

البتہ اگر کتابیں وقف کرنے والے نے کسی خاص ادارے کے لیے وقف نہ کیں بلکہ طلباء کے لیے وقف کیں، تو پھر ان کتابوں کو تمام طلباء استعمال کر سکتے ہیں۔لیکن اس صورت میں ان کو وہاں سے منتقل کرنا جائز ہو گا یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔بعض حضرات کے نزدیک ان کتب کو منتقل کرنا جائز نہیں بلکہ اسی ادارے میں آکر وہ طلباء بھی ان سے نفع اٹھا سکتے ہیں جو اس ادارے کے نہیں ہیں۔اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ان کتابوں میں چونکہ کوئی قید نہیں ہے بلکہ واقفین نے مطلق طلباء کے لیے وقف کی ہیں لہٰذا ان کو وہاں سے منتقل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔علامہ شامی نے پہلے قول کو راجح قرار دیا ہے کہ ان کو وہاں سے منتقل کرنا ناجائز ہے۔[26]

ایک صورت رہ جاتی ہے کہ وقف کرنے والا کتابیں وقف تو تمام طلباء کے لیے کرتا ہے لیکن یہ شرط لگادیتا ہے کہ ان کتابوں کو اس ادارے سے منتقل نہیں کیا جائے گا تو ایسے صورت میں کسی کے لیے بھی ان کتابوں کو وہاں سے منتقل کرنا جائز نہیں ہو گا۔کیونکہ وقف کرنے والے کی ہر ایسی شرط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جو شریعت کے اصولوں کے خلاف نہ ہو۔

لیکن علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ یہ شرط اس وقت معتبر ہوگی جب معلوم ہو کہ واقف نے واقعی یہ شرط لگائی ہے کہ کتب کو ادارے سے منتقل نہیں کیا جائے گا۔ اگر واقعی وہ یہ شرط لگائے تو ایسی صورت میں کتابوں کو منتقل کرنا جائز نہیں ہوگا۔ لیکن عام طور پر جیسے کتابوں پر لکھ دیا جاتا ہے کہ کتابیں منتقل کرنے کی اجازت نہیں، اس سے یہ شرط ثابت نہیں ہوگی۔ کیونکہ کہ یہ ادارہ ان لوگوں سے بچنے کے لیے لکھتے ہیں جن کے بارے میں خطرہ ہو کہ وہ کتابیں ضائع کردیں گے۔ [27]

دیگر موقوفہ چیزیں (فرنیچر، تپائیاں، بستر، برتن وغیرہ):۔ یہ تمام چیزیں بھی چونکہ منقولی ہیں اس لیے ان کا بھی وہی حکم ہے کہ اگر ان کے وقف کا عرف ہو تو ان کا وقف درست ہوگا۔ اگر کوئی جگہ یا عرف ایسا ہو کہ ان کے وقف کا تعامل نہ ہو تو ان چیزوں کا وقف درست نہیں ہوگا ۔ابن نجیم المصری تحریر فرماتے ہیں:

وقال محمدﷺ یجوز وقف ما فیہ تعامل من المنقولات۔۔ کما فی الاستصناع۔۔۔

اور ابن ھمامؒ اسی بات کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

وعن محمدﷺ انہ یجوز وقف ما فیہ تعامل من المنقولات کالفاس۔

اس مسئلے میں اگرچہ احناف میں سے ابو یوسفؒ کا اختلاف ہے مگر اکثر فقہاء نے تعامل اور عرف کی وجہ سے امام محمدؒ کے قول کو اختیار کیا ہے لہٰذا مفتیٰ بہ قول یہی ہے کہ ان چیزوں کا وقف جائز ہے۔ [28]

خلاصہ یہ کہ مذکورہ چیزیں ادارے کے لیے وقف کرنی درست ہیں اور جس ادارے کے لیے وقف کی گئی ہوں اسی ادارے میں ان کو استعمال کرنا ضروری ہے۔ کسی دوسرے جگہ میں ان کو استعمال نہیں کرسکتے۔

اگر ایک ادارے کے مختلف اوقاف ہوں تو ایک وقف کی چیزوں کو دوسرے وقف میں استعمال کرسکتے ہیں۔ الدالمختار میں ہے:

وان اختلف احدھما بأن بنی رجلان مسجدین او رجل مسجدا و مدرسۃ

و وقف علیھما اوقافا لا یجوز لہ ذلك

علامہ شامی اس کی وضاحت فرماتے ہیں: [29]

(قولہ لا یجوز لہ ذلك) ای الصرف المذکور۔

اجناس کی صورت والے عطیات

اتنی بات تو طے ہے کہ اجناس منقولی چیزوں میں سے ہے، اور کا وقف فی نفسہ جائز نہیں ہے۔ اور یہ ایسی چیزیں ہیں کہ ان کے وقف کا ہمارے ہاں عرف بھی نہیں ہے، لہٰذا ان کا وقف بھی درست نہیں ہے۔ البتہ یہ وقف کی ملکیت میں آسکتی ہیں، (صدقہ اور ھبہ وغیرہ کی صورت میں)۔

جب دینے والے نے اسکول، ہسپتال، مدرسہ وغیرہ کو اجناس کی صورت میں عطیہ کیا تو ادارے پر لازم ہے کہ وہ اسی ادارے کے افراد پر ہی

اس کو استعمال کرے، کسی دوسرے کو کھلانے کی اجازت نہیں، یہاں تک کہ کسی دوسرے ادارے کے کسی فرد کو کھلانا بھی جائز نہیں ہو گا۔علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

وهنا الو كيل انما يستفيد التصرف من المؤكل و قد امره بالدفع الى فلان فلا يملك الدفع الى غيره.

موقف کا متولی (یا اس کا نائب) چونکہ عطیات دینے والوں کا وکیل ہوتا ہے،اور وہ ادارے کے افراد کو دیتے ہیں اس لیے متولی کے لیے جائز نہیں ہوگا کہ وہ کسی اور کو کھلائیں۔البتہ اگر عطیہ دینے والے مھتمم (یا اس کے نائب) کو افارد کے وکیل کے طور پر دیں کہ یہ ان افراد کا وکیل ہے اور وہ افراد وکیل کو اجازت دیں کہ جہاں بہتر سمجھے ان عطیات کو استعمال کرے تو ایسی صورت میں پھر گنجائش ہو گی۔اسی طرح اگر عطیہ دینے والے مھتمم کو کسی کے وکیل کی حیثیت سے نہ دیں بلکہ ایسے ہی دیدیں کہ جہاں بہتر سمجھو صرف کردو، پھر بھی اس کو اختلاف ہو گا۔[30]

ارصاد کی تعریف

وقف کے مقابلے میں ایک لفظ ارصاد کا آتا ہے۔ارصاد کی وضاحت فقہاء نے کچھ یوں کی ہے کہ جسمیں بیت المال کی ارضی کے منافع بیت المال کے مصارف پر خرچ کئے جائیں۔[31]

ارصاد کی تاریخ

ارصاد کی ابتداء سے متعلق کہا جاتا ہے کہ ارصاد سب سے پہلے سلطان نورالدین شہید رحمہ اللہ نے شروع کیا تھا۔انہوں نے بیت المال کی کچھ زمینوں کے منافع کو مساجد اور مدارس کے لئے وقف کر دیا تھا۔[32]

ارصاد اور وقف میں فرق

ارصاد میں بیت المال کی اراضی یا منافعِ وقف کسی کے لئے مختص کیجاتی ہیں۔اور اسکا حکم یہ ہے وہ منافع یا مختص کردہ اراضی ہمیشہ انہی لوگوں کیساتھ خاص ہونگی جنکے لئے یہ مختص کی گئی ہیں۔بغیر کسی شرعی وجہ کے اسکو باطل نہیں کیا جاسکتا ہے۔وقف میں شئ موقوفہ واقف کی ملکیت ہوتی ہے۔ارصاد میں واقف کی ملکیت نہیں ہوتی۔واقف نے اگر کسی مصرف کی تخصیص کی ہو تو اسمیں تغیر اور تبدیلی نہیں کیجاسکتی ہے۔جبکہ ارصاد کے کسی مصرف میں کمی پیشی کیجاسکتی ہے۔ارصاد کی شرائط میں پابندی ضروری نہیں۔جبکہ وقف کی شرائط میں پابندی ضروری ہے۔

وقف کی مشروعیت

کتب فقہ میں وقف کی مشروعیت کو قرآن، حدیث واجماع سے ثابت کیا جاتا ہے۔متقدمین علماء میں اس متعلق بحث کیجاتی ہے۔بعض فقہاء وقف کے ثبوت کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔انکا اس بابت یہ موقف ہے کہ وقف حق میراث اور حق وصیت کو سلب کرتا ہے،اسلئے وقف جائز نہیں ہے۔[33]

حوالہ جات

1. افریقی ابن منظور، محمد بن مکرم۔ لسان العرب۔ طبع بیروت، دار احیاء التراث العربی۔ ۱۹۸۸۔ ج۔ ا ص ۳۷۵
2. فیروز آبادی۔ مھر بن یعقوب۔ القاموس المحیط۔ بیروت۔ دار احیاء التراث العربی۔ ۱۹۹۱۔ ج ا ص
3. الزحیلی۔ الدکتور وھبۃ الزحیلی۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ۔ بیروت۔ دار لفکر۔ ۱۹۸۸۔ ج ۸ ص ۱۵۳

ب۔ المرغینانی، برھان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر، ھدایہ مع فتح القدیر، مکتبہ رشیدیہ۔ کوئٹہ۔ مکتبہ ماجدیہ۔ ۱۹۸۳۔ ج ۲، ص ۳۵۰

4. ایضا، المرغینانی، برھان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر، ھدایہ مع فتح القدیر، مکتبہ رشیدیہ۔ کوئٹہ۔ مکتبہ ماجدیہ۔ ۱۹۸۳۔ ج ۲، ص ۳۵۰
5. الجرجانی، علی بن محمد، کتاب التعریفات، بیروت، دار الفکر، مادہ ر، ک، ن،
6. الف، ابن نجیم، زین الدین ابن نجیم، البحر الرائق، مکتبہ رشیدیہ، کویٹہ، ج ۵، ۱۹۰
7. ابن نجیم، زین الدین، البحر الرایق، کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، ج ۵، ص ۱۸۸
8. الشامی، ابن عابدین، ردالمحتار، کراچی، ایچ، ایم، سعید، ۱۴۰۲ھ، ج ۴، ۳۶۱
9. الخصاف، ابو بکر احمد بن عمر شیبانی، احکام الاوقاف، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹م ص ۲۷۴
10. ابن الھمام، فتح القدیر، رشیدیہ، ج ۵، ۴۱۷،
11. الشامی، محمد امین بابن عابدین، ردالمحتار، ایچ، ایم سعید، کراچی، ط، ۱۴۰۶ھ، ج ۴ ص ۳۳۸
12. الطرابلسی، ابرھیم بن موسی، الاسعاف فی احکام الاوقاف، مکتبہ ھندیہ، مصر، ط ۱۳۳۰ھ، ۱۱
13. البابرتی، محمد بن محمود البابرتی، العنایہ فتح القدیر، مکتبہ رشیدیہ، ج ۵، ص ۴۱۹، الصاوی المالکی، حاشیۃ الصاوی۔ مصر، ج ۴، ۱۲۶
14. المناوی، عبدالروف بن تاج العارفین تیسیر الوقوف، مکتبہ نزار، مکہ، ۱۹۹۸م، ج ا ص ۱۲۶،
15. ابن مفلح، ابواسحاق برھان الدین ابرھیم بن محمد، المبدع فی شرح المقنع، المکتب الاسلامی، بیروت، ج ۵، ۳۲۸
16. ابن قدامہ، موفق الدین محمد بن قدامہ، المغنی، دار عالم الکتب، ۱۹۹۷م، ج ۸ ص ۲۰۷
17. ب۔ الشامی۔ ابن عابدین، ردالمحتار، کوئٹہ رشیدیہ، ج ۵، ص ۳۶۷
18. عثمانی محمد تقی، الفقہ علی مذاھب الاربعہ، مکتبہ معارف، ۱۴۴۱ھ، الشخصیۃ المعنویہ، ص ۱۵۱
19. ابن سماہ، محمود بن اسماعیل الشھی بابن قاضی، جامع الفصولین، کراچی، اسلامی کتب خانہ، ج ا ص ۱۷۸
20. ابن نجیم، زین الدین ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، کراچی، ادارۃ القرآن، ۱۴۱۸ھ، ج ۲ ص ۱۰۴
21. الخصاف، ابو بکر احمد بن عمرو الشیبانی، احکام الاوقاف، بیروت، دار لکتب العلمیہ، ۱۹۹۹م، ۳۹
22. باشا، محمد قدری باشا، قانون العدل والانصاف، مصر، مکتبۃ الاھرام، ۱۹۲۸م، (۲۱۸)
23. الاندریتی، عالم بن العلاء الانصاری، الفتاوی التاتارخانیہ، کراچی، ادارۃ القرآن، ۱۴۱۱ھ، ج ۸۶۲۵، ۵۶۷
24. الشامی، محمد امین الشھیر بابن عابدین، ردالمحتار، کراچی، ایچ، ایم، سعید، کمپنی، ۱۴۰۶ھ، ج ۴ ص ۳۸۹
25. االندریتی، عالم بن العلاء الانصاری الاندریتی، الفتاوی التاتارخانیہ، کراچی، ادارۃ القرآن ۱۴۱۱ھ، ج ۵ ص ۱۱۷
26. المرغینانی، برھان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر، ھدایہ مع فتح القدیر، مکتبہ رشیدیہ، ج ۵ ص ۴۳۱
27. الشربینی، الشیخ محمد الشربینی، مغنی المحتاج، بیروت، مغنی المحتاج، بیروت، دار احیاء تراث العربی، ج ۲ ص ۳۷۷
28. ابن قدامہ، موفق الدین ابو محمد عبداللہ ۵۴۱ ص، الریاض، ۱۹۹۷م، ج ۸ ص ۲۳۱

29. الدسوقی، شمس الدین محمد، حاشیۃ الدسوقی علی شعح الکبیر، بیروت دار لفکر، ج ۴ ص ۷۷

30. ایضا بحوالہ سابقہ

31. الاندریتی، عالم بن العلاء، الفتاوی تاتار خانیہ، کراچی، ادارۃ القرآن، ۱۴۱۱ھ، ج ۵ ص ۱۲۷

32. الدر المحتار مع رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۶۹ ایچ ایم سعید

33. الموسوعۃ الفقہیہ، وزارت الاوقاف والشون الاسلامیہ، کویت الطبعۃ الاولی، ۱۹۸۰، مادہ ارصاد

34. الشامی، محمد بن عادین، رد المحتار، کراچی، ایچ، ایم سعید، کمپنی، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۶ھ، ج ۴ ص ۱۸۴

35. البیھقی، احمد بن حسین البیھقی، ۵۳۸۴، السنن الکبری، ملتان، نشر السنۃ، ج ۶ ص ۱۲۶

References

1. Afrikaans Ibn Manzoor, Muhammad bin Mukarram. Lasan al-Arab. Beirut, Dar-i-Ahya al-Tarath al-Arabi, vol. 1, p. 375
2. - Firozabadi. Mahr ibn Ya'qub. Al-Qamoos al-Muhit. Beirut. Dar-i-Ahya al-Tarath al-Arabi, vol. 1, p. 1

a. Al-Zahili. Al-Daktorohaba al-Zahili. Al-Fiqh al-Islami wa Adlatta. Beirut. Dar-ul-Fikr, 1988, vol. 8, p. 153

b. Al-Marghiniani, Burhan al-Din Abu l-Hasan 'Ali b. Abi Bakr, Hidaya with Fath al-Qadeer, Maktaba Rashidiyyah. Quetta. Maktaba Majdiyya, Vol. 2, p. 350

3. Iddah, al-Marghiniani, Burhan al-Din Abu l-Hasan 'Ali b. Abi Bakr, Hidaya with Fath al-Qadeer, Maktaba Rashidiyyah. Quetta. Maktaba Majdiyya, Vol. 2, p. 350
4. Al-Jarjani, 'Ali b. Muhammad, Kitab al-Tafsirat, Beirut, Dar-ul-Fikr, Madaar, Q.N.,
5. Al-A, Ibn Nazeem, Zayn al-Din Ibn Najim, al-Bahr al-Raiq, Maktaba Rashidiyyah, Quetta, vol. 5, 190.
6. Ibn Nazeem, Zayn al-Din, al-Bahr al-Raiq, Quetta, Maktaba Rashidiyya, vol. 5, p. 188
7. Al-Shami, Ibn Abidin, Radd al-Muhtar, Karachi, H.M., Sa'id, 1402 AH, vol. 4, 361
8. - Abu Bakr Ahmad ibn 'Umar Al-Shaybani, Ahkam al-Auqaf, Beirut, Dar-ul-Kutub al-Ilmiyyah, 199, p. 274
9. Ibn al-Hamam, Fath al-Qadeer, Rashidiyyah, vol. 5, p. 417.
10. - Al-Shami, Muhammad Amin Baban Abidin, Radd al-Muhtar, H.M. Saeed, Karachi, 1406 AH, vol. 4, p. 338
11. - Al-Tarabalsi, Abraheem ibn Musa, al-Asaaf fi Ahkam al-Awqaaf, Maktaba Handia, Egypt, 1330 AH, 11
12. - Al-Babrati, Muhammad ibn Mahmud al-Babrati, al-Anayah Fath al-Qadeer, Maktaba Rashidiyya, vol. 5, p. 419, al-Sawi al-Maliki, Hashiyat al-Sawi. Egypt, vol. 4, p. 126
13. - Al-Munawi, 'Abd al-Ruf b. Taj al-Arifeen Tissir al-Waquf, Maktaba Nazar, Makkah, 1998, vol. 1, p. 126.
14. Ibn Mufleh, Abu Ishaq Burhan al-Din Abraheem ibn Muhammad, al-Mabada fi Sharh al-Maqna' al-Maknah, al-Maktab al-Islami, Beirut, vol. 5, p. 328.
15. Ibn Qudaamah, Mufaq-ud-Din Muhammad bin Qudaamah, al-Mughni, Dar-ul-Alam al-Kutub, 1997, vol. 8, p. 207
16. b. Al-Shami. Ibn Abidin, Radd al-Muhtar, Quetta Rashidiyya, vol. 5, p. 367
17. - Uthmani Muhammad Taqi, Al-Fiqh 'Ali Mazhab al-Arabah, Maktaba Ma'arif, 1441 AH, al-Personaliyyah al-Munawiyah, p. 151
18. Ibn Sama, Mahmud bin Isma'il al-Shi'i Baban Qazi, Jami al-Fasulin, Karachi, Islamic Library, vol. 1, p. 178.

19. Ibn Najim, Zayn al-Din Ibn Nazeem, al-Shabaah wa al-Nizair, Karachi, Idara-ul-Quran, 1418 AH, vol. 2, p. 104
20. Abu Bakr Ahmad ibn 'Amr al-Shaybani, Ahkam al-Auqaf, Beirut, Dar-ul-Kutub al-Ilmiyyah, 1999, 39
21. Pasha, Muhammad Qadri Pasha, Law of Justice and Equity, Egypt, Al-Ahram Library, 1928, (218)
22. Al-Andreti, Alam ibn al-'Ala al-Ansari, Al-Fataawa al-Tatar Khaniyya, Karachi, 1411 AH, vol. 5, 862, 756.
23. Al-Shami, Muhammad Amin al-Shaheer Baban Abidin, Radd al-Muhtar, Karachi, H.M., Saeed, Company, 1406 AH, vol. 4, p. 389
24. Al-Andreti, Alam ibn al-'Ala al-Ansari al-Andreti, Al-Fataawa al-Tatar Khaniyya, Karachi, Idara-ul-Quran 1411 AH, vol. 5, p. 711
25. Al-Marghiniani, Burhan al-Din Abu l-Hasan 'Ali b. Abi Bakr, Hidaya with Fath al-Qadeer, Maktaba Rashidiyya, vol. 5, p. 431.
26. El-Sherbiny, Sheikh Mohammad El-Sherbiny, Mughni al-Muhtaj, Beirut, Mughni al-Muhtaj, Beirut, Darhya Turath al-Arabi, vol. 2, p. 377
27. Ibn Qudaamah, Mufaq-ud-Din Abu Muhammad Abdullah, p. 541, al-Riyadh, 1997, vol. 8, p. 231
28. Al-Dasuki, Shams-ud-Din Muhammad, Hashiyat al-Dasuki Ali Sha'ah al-Kabir, Beirut, Dar-ul-Fikr, vol. 4, p. 77
29. Reference to the former
30. Al-Andreti, Alam bin al-'Ala, Al-Fataawa Tatar Khaniyya, Karachi, Idara-ul-Quran, 1411 AH, vol. 5, p. 712
31. Al-Dural-Muhtar with the response of Al-Muhtar c ۲ p ۲ ۴۹ یگ یم سید
32. Al-Mawsoo'ah al-Fiqhiyyah, Ministry of Auqaf wa Al-Shun al-Islamiyya, Kuwait al-Tabaqat al-Awli, 1980.
33. Al-Shami, Muhammad bin Addin, Radd al-Muhtar, Karachi, H.M. Saeed, Company, Al-Tabaqat al-Awli, vol. 4, p. 184.
34. - Al-Bayhaqi, Ahmad ibn Husayn al-Bayhaqi, 5384, al-Sunan al-Kubra, Multan, Nashr al-Sunnah, vol. 6, p. 126

---

[1] افریقی ابن منظور، محمد بن مکرم۔ لسان العرب۔ طبع بیروت، داراحیاء التراث العربی۔ ۱۹۸۸۔ ج۔ ا ص ۳۷۵

[2] ۔ فیروزآبادی۔ مھر بن یعقوب۔ القاموس المحیط۔ بیروت۔ داراحیاء التراث العربی۔ ۱۹۹۱۔ ج ا ص

ا۔ الزحیلی۔ الدکتور وھبۃ الزحیلی۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ۔ بیروت۔ دار لفکر۔ ۱۹۸۸۔ ج ۸ ص ۱۵۳

ب۔ المرغینانی، برھان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر، ھدایہ مع فتح القدیر، مکتبہ رشیدیہ۔ کوئٹہ۔ مکتبہ ماجدیہ۔ ۱۹۸۳۔ ج ۲، ص ۳۵۰

[3] ایضا، المرغینانی، برھان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر، ھدایہ مع فتح القدیر، مکتبہ رشیدیہ۔ کوئٹہ۔ مکتبہ ماجدیہ۔ ۱۹۸۳۔ ج ۲، ص ۳۵۰

[4] الجرجانی، علی بن محمد، کتاب التعریفات، بیروت، دارالفکر، مادہ ر، ک، ن،

الف، ابن نجیم، زین الدین ابن نجیم، البحر الرائق، مکتبہ رشیدیہ، کویٹہ، ج ۵، ۱۹۰

[5] ابن نجیم، زین الدین، البحر الرایق، کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، ج ۵، ص ۱۸۸

الشامی، ابن عابدین، ردالمحتار، کراچی، ایچ، ایم، سعید، ۱۴۰۲ھ، ج ۴، ۳۶۱

[6] ۔ الخصاف، ابو بکر احمد بن عمر شیبانی، احکام الاوقاف، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹ام ص ۲۷۴

ابن الھمام، فتح القدیر، رشیدیہ، ج ۵، ۴۱۷،

[7] ۔ الشامی، محمد امین بابن عابدین، ردالمحتار، ایچ، ایم سعید، کراچی، ط، ۱۴۰۶ھ، ج ۴ ص ۳۳۸

8 ۔الطرابلسی،ابرھیم بن موسی،الاسعاف فی احکام الاوقاف، مکتبہ ھندیہ، مصر،ط ۱۳۳۰ھ،۱۱

9 ۔البابرتی، محمد بن محمود البابرتی،العنایہ فتح القدیر، مکتبہ رشیدیہ،ج۵، ص۴۱۹،الصاوی المالکی،حاشیۃ الصاوی۔ مصر،ج۴،۱۲۶

10 ۔المناوی،عبدالروف بن تاج العارفین تیسسیر الوقوف، مکتبہ نزار،مکہ،۱۹۹۸م،ج۱ص۱۲۶،

11 ابن مفلح،ابواسحاق برھان الدین ابرھیم بن محمد،المبدع فی شرح المقنع،المکتب الاسلامی، بیروت،ج۵،۳۲۸

12 ابن قدامہ، موفق الدین محمد بن قدامہ،المغنی، دار عالم الکتب،۱۹۹۷م،ج۸ص۲۰۷

ب۔الشامی۔ابن عابدین،ردالمحتار، کوئٹہ رشیدیہ،ج۵، ص۳۶۷

13 ۔عثمانی محمد تقی،الفقہ علی مذاھب الاربعہ، مکتبہ معارف،۱۴۴۱ھ،الشخصیۃ المعنویہ، ص۱۵۱

14 الموسوع الفقھیہ۔کویتیہ ص۵۰،۴۴

15 الفقہ الاسلامی وادلتہ، وھبۃ الزحیلی، کتاب الوقف ج۵ص۱۶۳

16 الشامی، محمد امین الشھیر بابن عابدین، ردالمحت،ار، کراچی،ایچ،ایم،سعید،۱۴۰۶ھ،۵ص۳۴۹

17 ابن سماہ، محمود بن اسماعیل الشھی بابن قاضی، جامع الفصولین، کراچی،اسلامی کتب خانہ،ج۱ص۱۷۸

18 ابن نجیم، زین الدین ابن نجیم،الاشباہ والنظائر، کراچی،ادارۃ القرآن،۱۴۱۸ھ،ج۲ص۱۰۴

19 الخصاف،ابو بکر احمد بن عمرو الشیبانی،احکام الاوقاف، بیروت، دار لکتب العلمیہ،۱۹۹۹م،۳۹

20 باشا، محمد قدری باشا، قانون العدل والانصاف، مصر، مکتبۃ الاھرام،۱۹۲۸م،(۲۱۸)

21 الاندریتی، عالم بن العلاء الانصاری،الفتاوی التاتارخانیہ، کراچی،ادارۃ القرآن،۱۴۱۱ھ،ج۸۶۲۵،۵۶،۷

22 الشامی، محمد امین الشھیر بابن عابدین، ردالمحتار، کراچی،ایچ،ایم،سعید، کمپنی،۱۴۰۶ھ،ج۴ص۳۸۹

23 االندریتی، عالم بن العلاء الانصاری الاندریتی،الفتاوی التاتارخانیہ، کراچی،ادارۃ القرآن ۱۴۱۱ھ،ج۵ص۱۱۷

24 المرغینانی، برھان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر، ھدایہ مع فتح القدیر، مکتبہ رشیدیہ،ج۵ص۴۳۱

25 الشربینی،الشیخ محمد الشربینی، مغنی المحتاج، بیروت، مغنی المحتاج، بیروت، داراحیاء تراث العربی،ج۲ص۳۷۷

26 ابن قدامہ، موفق الدین ابو محمد عبداللہ ۵۴۱ ص،الریاض،۱۹۹۷م،ج۸ص۲۳۱

27 الدسوقی، شمس الدین محمد، حاشیۃ الدسوقی علی شعح الکبیر، بیروت دار لفکر،ج۴ص۷۷

28 ایضا بحوالہ سابقہ

29 الاندریتی، عالم بن العلاء،الفتاوی تاتارخانیہ، کراچی،ادارۃ القرآن،۱۴۱۱ھ،ج۵ص۱۲۷

30 الدر المختار مع ردالمحتار ج۲ص۱۲۶۹ یچ ایم سعید

31 الموسوعۃ الفقھیہ، وزارت الاوقاف والشون الاسلامیہ، کویت الطبعۃ الاولی،۱۹۸۰،مادہ ارصاد

32 الشامی، محمد بن عادین، ردالمحتار، کراچی،ایچ،ایم سعید، کمپنی،الطبعۃ الاولی،۱۴۰۶ھ،ج۴ص۱۸۴

33 ۔البیھقی،احمد بن حسین البیھقی،۳۸۴ھ،السنن الکبری، ملتان، نشر السنۃ،ج۶ص۱۲۶